مرثیہ درحال حضرت امام حسینؑ

(بند ۱۵۲)

استاذالاساتذہ نواب مولانا سید اصغر حسین فاخرؔ اجتہادی

(۱)

حجابِ لیل میں پنہاں جب آفتاب ہوا
دمِ غروب خجل مہر سے گلاب ہوا
فلک سے خیمۂ لیلیٰ کو بھی حجاب ہوا
سوادِ شام کا گویا کشادہ باب ہوا
چراغ اپنے جلاتے نہیں ہیں گوہر بھی
خجل ہیں ذرۂ ظلمات سے سب اختر بھی

(۲)

مثالِ ذرہ تھی کیا خاک اختروں میں چمک
برنگ داغ سویدا تھے داغِ قلبِ فلک
بجھے ہوئے کسی دل کا ہوا چراغ پہ شک
سیاہ تختۂ قرطاس تھے زمین تلک
بیانِ شب میں نئی بات دل میں آئی ہے
یہاں نمود سیاہی میں روشنائی ہے

(۳)

اندھیرا شب کو کسی جا ہے روشنی ہے کہیں
کہیں اجاڑ ہے، آباد ہے کہیں کی زمیں
نشیمنوں میں پرندے کہیں ہیں گوشہ نشیں
پتنگے دور کہیں شمع سے، کہیں ہیں قریں
گلوں کا غم بھی عنادل کو ہے ملال بھی ہے
شب فراق بھی یہ ہے، شب وصال بھی ہے

(۴)

مقام ہُو کا چمن ہے، خموش ہیں جو پرند
ملالِ دوست کوئی ہے کوئی ہے عیش پسند
کسی کی چشم کھلی ہے کسی کی آنکھ ہے بند
فغاں کہیں ہے کہیں ہے نفیر خواب بلند
تمام شب کوئی بیدار، کوئی سوتا ہے
کوئی فراق میں اپنے کئے کو روتا ہے

(۵)

نہالِ شمع پہ طرفہ ہے انجمن میں بہار
فروغِ حسن پہ پروانے جان سے ہیں نثار
ہیں گلرخوں کی صدا میں بھی نغمہ ہائے ہزار
انہیں کے فیض سے محفل ہے غیرتِ گلزار
نظر ہزار گلستاں کے رنگ آتے ہیں
حسین ہنستے ہیں یا پھول کھلکھلاتے ہیں

(۶)

کہیں خوشی میں بکثرت چراغ ہیں روشن
گلوں سے ان کے بھی محفل ہے غیرتِ گلشن
ہے صحنِ خانہ بھی مانند وادیِ ایمن
مکاں کسی کا ہے تاریک وصورت مدفن
مثال شمع کوئی غم سے دل فسردہ ہے
ہے محوِ خواب مکیں یا لحد میں مردہ ہے

(۷)

سیہ ہے حد سے سوا دودِ شمع کی کاکل
خجل ہے اس کی سیاہی سے گیسوئے سنبل
اداس ہے کوئی درویش صورتِ بلبل
کیا ہوا و ہوس نے چراغِ دل کو بھی گل
کسی کی آنکھوں میں چھایا ہوا اندھیرا ہے
کسی کے دل کا کنول تک ہوا سے ٹھنڈا ہے

(۸)

چمن سیاہ ہے سنبل جو کھولے ہے گیسو
کہیں ہوا پہ چمکتے ہیں جابجا جگنو
کسی روش پہ ٹہلتا نہیں کوئی گلرو
ہے منتشر گل شبو کی چار سو خوشبو
مثال شمع کے شبنم بھی غم سے گریاں ہے
شمیم بھی صفتِ زلف شب پریشاں ہے

(۹)

گلوں کے ہجر میں دل بلبلوں کے ہیں مضطر
اِنہیں نہ اُن کی خبر ہے اُنہیں نہ اِن کی خبر
شبِ فراق کا دونوں پہ ہے کمال اثر
پڑی ہے اوس بہاراں میں بھی گلستاں پر
بلائے شب کی خزاں بھی چمن سے جاتی ہے
نسیمِ صبح کو لے کر بہار آتی ہے

(۱۰)

مگر ہے گلشنِ محفل میں رات ہی کو بہار
گلوں سے (تر) کہیں (رہتا) اسی چمن ہی کا خار
ہے سبزہ رنگوں میں گویا فضائے سبزہ زار
عیاں ہے سروِ چراغاں سے جل رہا ہے چنار
پتنگے صورتِ بلبل گلے سے ملتے ہیں
نہالِ شمع کی محفل میں پھول کھلتے ہیں

(۱۱)

پتنگے شمع پہ قربان ہونے آتے ہیں
مٹا کے آپ کو ارمان اپنا پاتے ہیں
سماں چراغ کا نجمِ فلک دکھاتے ہیں
ضیائے ماہ سے تارے بھی جھلملاتے ہیں
زمیں کو نور و سیاہی نے مل کے گھیرا ہے
کہیں ہے چاندنی چھٹکی، کہیں اندھیرا ہے

(۱۲)

بہم ہیں خلقتِ اہلِ جہاں میں عیب و ہنر
کوئی وہ نفع نہیں ہے کہ جس میں ہو نہ ضرر
ہیں سایہ دار، مگر آپ دھوپ میں ہیں شجر
بایں فروغ بھی دل سے گیا نہ داغِ قمر
اِسی خیال سے پروانہ جان کھوتا ہے
تہِ چراغ اندھیرا مدام ہوتا ہے

(۱۳)

دورنگیوں سے جہاں کی زمانہ ہے آگاہ
کہیں ہے مہر کا جلوہ کہیں ہے جلوۂ ماہ
کوئی ہے چین سے دن کو کوئی ہے شب کو تباہ
کوئی ہے بالبِ خنداں کسی کے لب پہ ہے آہ
مثال شمع کے آنسو کوئی بہاتا ہے
کوئی حسیں صفتِ برق مسکراتا ہے

(۱۴)

کوئی بہار میں شبنم کی طرح روتا ہے
فراق میں کوئی مہجور جان کھوتا ہے
برنگ سبزۂ خوابیدہ کوئی سوتا ہے
صدائے برگ سے بیدار کوئی ہوتا ہے
کوئی ہے مائلِ فریاد رنجِ فرقت سے
کسی کی چشم نہیں ہوتی وا نزاکت سے

(۱۵)

کہیں ہے رشک دہ محفلِ نگار چمن
روش کے ذرے بھی ہیں اختروں پہ چشمک زن
چراغ ہے گل لالہ کا ایک سو روشن
ہے مثل سروِ چراغاں چنار پر جوبن
وصال گل کی ہوس بلبل ملول میں ہے
سماں کنول کا ہر اک چاندنی کے پھول میں ہے

(۱۶)

ہے یادگار نیا طور یہ زمانے میں
سماں ہے گلشن ومحفل کا اس فسانہ میں
کب ایک رنگ ہے دنیا کے کارخانہ میں
گلوں سے دور عنادل ہیں آشیانہ میں
ملاپ بھی گل وبلبل کا ہے بگاڑ کی طرح
خزاں رسیدہ شجر ہیں خموش جھاڑ کی طرح

(۱۷)

لباس گل کا بھی اجلا ہے اور میلا بھی
بہار کی بھی خوشی ہے، خزاں کا کھٹکا کا بھی
عیاں ہے چاندنی بھی صاف اور سایا بھی
ہے روشنی بھی گلستاں میں اور اندھیرا بھی
جب آہ کرتی ہے بلبل دھواں نکلتا ہے
صفت چراغ کی لالہ کا داغ جلتا ہے

(۱۸)

بچھی ہے چاندنی اک چاندنی کے پھول کی کیا
کہیں ہے صبح طباشیر کی چمن میں فزا
اندھیرا ہے کہیں گلشن میں شامِ سوسن کا
چراغ لالہ کی پھیلی ہے ایک سمت ضیا
ہیں جلوے سب گلِ شبّو میں شمعِ محفل کے
پتنگے اڑتے کہیں ہیں پرِعنادل کے

(۱۹)

چمن کا سبزہ ہے یا فرش سبز مخمل کا
خموش شمع کے گل میں ہے طور کوپل کا
کسی درخت میں چھاپا لگا ہے صندل کا
اندھیرا چھایا ہوا ہے سیاہ بادل کا
ہے دودِ شعلہ، سیاہی نہیں ہے لالے میں
مثالِ شمع لگن سرو ہی ہے تھالے میں

(۲۰)

قریب ہے گلِ سوسن کے ورد پر جوبن
سیاہ خانہ میں گویا چراغ ہے روشن
یہ موجِ سبزہ ہے یا فرشِ سبز کی ہے شکن
صدائیں آتی ہیں اطرافِ باغ سے سن سن
ہوا سے برگِ خزاں دیدہ جب کھڑکتے ہیں
نشیمنوں میں عنادل کے دل پھڑکتے ہیں

(۲۱)

کمیتِ کلک سوئے دشتِ عزم جولاں ہو
جدید و راست رقم آج ایک دستاں ہو
خدا ہی چاہے تو طے یہ رہِ بیاباں ہو
بیان غزوۂ شیرِ خدائے یزداں ہو
محیط طمع پہ نازاں نہ ہوئیو دل میں
مدد ضرور ہے مشکلشاؑ کی مشکل میں

(۲۲)

پسِ حبیبِ الٰہی لڑے جو شیرؑخدا
لکھی ہوئی ہے کتابوں میں وہ ہر ایک وغا
بیان ان میں، میں کرتا ہوں ایک غزوہ کا
کہ جس کو سن کے زیادہ ہو اور جوشِ ولا
رقم نبرد شہنشاہِ قلعہ گیر کی ہے
خلاصہ نظم وغا لیلۃ الہریر کی ہے

(۲۳)

کتب میں اہل سیر کے لکھی ہے یوں یہ وغا
وہ خوفناک یہ شب تھی پنہ بذات خدا
سیاہئ شبِ ظلمات بھی تھی گرد اس جا
اثر صدائے سگاں میں صدائے شیر کا تھا
تمام دشت کے حیواں بھی خوف کھاتے تھے
دلِ دلیر بھی سینوں میں تھرتھراتے تھے

(۲۴)

دہم کو ماہ صفر کی ہوئی یہ جنگ وجدال
تھی کافروں کے دلوں سے سیہ وہ رات کمال
کسی کے ہوش بجا تھے نہ رخ کسی کا بحال
اسی کی فکر تھی اک ایک کو اسی کا خیال
نظر بھی کام نہ کرتی تھی بے بصر کی طرح
نجوم میں بھی نہ ضو تھی گلِ سپر کی طرح

(۲۵)

سوادِ شب میں جو بڑھ کر ملا سوادِ سپاہ
زمانہ ہوگیا مردم کے حق میں اور سیاہ
ہجوم ابر سیہ نے تو بند کردی راہ
نگاہ کام نہیں کرتی تھی خدا کی پناہ
تمام بند درِ معرفت ہیں باز نہیں
اِدھر اُدھر کی صفوں میں کچھ امتیاز نہیں

(۲۶)

ہر اک جوان فرس پر بکروفر ہے سوار
نظر وہ آتا ہے جس دم چمکتی ہے تلوار
ہے غرق قلزمِ آہن مگر وہ نیک اطوار
نہیب ورعب کے رخ سے عیاں ہیں صاف آثار
شجاعت اس کی نگاہوں میں تل نہیں سکتی
وہ ابروؤں میں گرہ ہے جو کھل نہیں سکتی

(۲۷)

لئے ہے ہاتھ میں وہ نیزہ رستمی جرار
لگا کے سر پہ وہ کہتا ہے غافلو! ہوشیار
صفوں کو باندھ لو اپنی برائے گیرودار
وغا پہ پیدل و اسوار جلد ہوں تیار
کلام سب کو پسند آئے اس دلاور کے
صفیں بھی ہوگئیں سیدھی، پرے بھی لشکر کے

(۲۸)

خدا کی حمدوثنا میں وہ تھا جواں مشغول
کلام نعت پیمبرؐ کے گاہ تھے معقول
تھی جس میں منقبتِ خاص مرتضیٰؑ بھی شمول
زبانِ پاک پہ جاری تھی بحرِ علم اصول
میان دشت وغا شیر تھا دلاور تھا
محیط شکر الٰہی کا بھی شناور تھا

(۲۹)

لبوں پہ تھے یہ دلیرانہ فوج دیں سے کلام
بڑھوں میں کھینچ کے فوجِ عدو پہ جب صمصام
بریدہ تیر ہوں کٹ جائے ایک ایک حسام
سپر کی طرح رہے گردشوں میں فوجِ شام
سزائے گیر ملے یوں جفا شعاروں کو
زمیں پہ زین سے پٹکیں فرس سواروں کو

(۳۰)

ہو شورِ خنجر و گرز و سنان و تیغ وکمند
فغانِ زاغِ سیاہِ کماں ہو حد سے بلند
تڑا کے بھاگیں لجاموں کو سب کمیت وسمند
عوض حدی کے ہو فریاد اشتراں دہ چند
قریب برق حساموں کی بھی چمک پہنچے
زمیں سے مل کے یہ سب شور تا فلک پہنچے

(۳۱)

نظر جب آئے تمہیں اس طرح کی گیرودار
مرے قدم پہ قدم رکھنا تم دمِ پیکار
مثالِ سایہ رہے دشت جنگ میں رفتار
نہ سر کے کھیت سے اک گام بھی قدم زنہار
وغا یہ دیکھ لے فوجِ ستم بھی آنکھوں سے
قدم کو چوم لیں نقشِ قدم بھی آنکھوں سے

(۳۲)

زبسکہ تھا یمِ آہن میں غرق سرتاپا
سوائے چشم دلاور نہاں تھے کل اعضا
جری یہ کون ہے ہر ایک کو خیال یہ تھا
بہم تلاش جو کی سب نے تب یہ حال کھلا
یہ اور کوئی نہ سردار ہے نہ افسر ہے
دلیر مالکِ اشترؓ سا یہ دلاور ہے

(۳۳)

سپاہِ شام پہ مالکؓ چلے اٹھا کے حسام
کمیت اسپ پہ بیٹھے تھے وہ بلند مقام
بیان کیا ہو ثنائے سمندِ صرصر گام
مدام مرضی اسوار سے تھا اس کو کام
لجام ہاتھ میں لیتے ہی وہ روانہ ہوا
پڑا جو سایہ عناں کا تو تازیانہ ہوا

(۳۴)

سپاہِ کیں پہ شبِ تار میں وہ تیغ چلی
چمک رہی تھی سحابِ سیاہ میں بجلی
مثالِ نجم ضیابار تھے وہ جوہر بھی
پڑا زمین پہ پرتو تو چاندنی چھٹکی
کبھی تھی خود و سپر پر کبھی یہ زین پہ تھی
کبھی یہ تیغ فلک پر کبھی زمین پہ تھی

(۳۵)

تھا حملہ مالکِ اشترؓ کا میمنہ کی طرف
الٹتے تھے بن عباسؓ میسرہ کی صف
جہاد کرتے تھے قلبِ سپہ میں شاہ نجفؑ
ہزاروں ہوتی تھیں جانیں میانِ جنگ تلف
ہر ایک وار میں پیدل نہ تھا سوار نہ تھا
خدا کے شیر کے کشتوں کا کچھ شمار نہ تھا

(۳۶)

بیان کیا ہو جن وانس سے ثنائے علیؑ
الٰہی اور محبوں کو دے ولائے علیؑ
بھری ہوئی ہے کرامات سے وغائے علیؑ
ہر ایک ضرب کی آواز ہے فدائے علیؑ
عجیب منزلت اللہ کے ولی کی ہے
صدا شکست نفس میں علیؑ علیؑ کی ہے

(۳۷)

قیامت آگئی جس غول پر بڑھے حیدرؑ
فلک پہ نجم بنے ذوالفقار کے جوہر
ہوا ہے ضرب سے دب دب کے خود کا سئہ سر
بلند وار سے ہوتا تھا یہ فلک کو ڈر
نہ قطع ہو سپرِ ماہ اسی بہانے میں
دوبارہ پھر نہ ہو شق القمر زمانے میں

(۳۸)

اسد یہ غیظ میں الٹے جو آستیں آیا
صفوں میں شور ہوا شیرِ خشمگیں آیا
کبھی جو خود سے اک ہاتھ سوئے زیں آیا
بڑھا کچھ اور جو کھنچ کر تہِ زمیں آیا
اٹھا غبار سے غل طبقہ زمیں نہ کٹے
پھر آج شہپرِ روح الامیں کہیں نہ کٹے

(۳۹)

یہاں سے اب ہے یہ راویِ معتبر کا بیاں
قسم وہ کھا کے یہ کہتا ہے صاحبِ ایماں
دلیر مثلِ علیؑ کون ہے میانِ جہاں
وغا میں کارِ نمایاں ہوئے ہوں جس سے عیاں
بھگایا دشت سے اک حملہ میں ہزاروں کو
اکیلے قتل کیا پانچ سو سواروں کو

(۴۰)

وہ عام لوگ نہ تھے سب تھے افسر و سردار
لڑے بھڑے ہوئے جنگ آزما بلند وقار
جری، دلیر، شجاع و بہادر و جرار
نہ ایک ان میں کا پیدل نہ اور عام سوار
حضور تیغ نہ بودوں کے خوں سے بھرتے تھے
بہادروں کو وہ چن چن کے قتل کرتے تھے

(۴۱)

علیؑ کے قبضہ میں تھی ذوالفقار سی شمشیر
مگر یہ حال میں اس کے کتب میں ہے تحریر
کماں کی طرح جو جھک جاتی تھی وہ برق نظیر
بتنگ آ کے یہ فرماتے تھے جنابِ امیرؑ
اسے میں توڑ کے پھینکوں یہ قصد ہوتا ہے
پر اس خیال کو قولِ رسولؐ کھوتا ہے

(۴۲)

لکھا ہے لے کے علیِؑ ولی سے وہ تلوار
درست کر کے اسے شہؑ کو دیتے تھے انصار
حسام لے کے جھپٹتے تھے پھر پئے پیکار
مثالِ شیر تھے غصہ میں حیدرِ کرارؑ
فراریوں کے قدم رن میں گڑ نہیں سکتے
شغال شیر درندوں سے لڑ نہیں سکتے

(۴۳)

تھی ذوالفقار میں ضو برقِ شعلہ ور کی طرح
یہ آبرو میں نمودار تھے گہر کی طرح
غضب میں شیر یہ بڑھتا تھا شیر نر کی طرح
اسد کے خوف سے ہٹتے تھے وہ سپر کی طرح
رہ فرار میں کچھ جائے امن پاتے تھے
یہ بڑھتے جاتے تھے وہ پیچھے ہٹتے جاتے تھے

(۴۴)

رسولؐ حق کا تھا مغفر سرِ منور پر
زرہ حبیبِ الٰہیؐ کی جسمِ اطہر پر
نثار رعب تھا سو جاں سے شان حیدرؑ پر
قدم قدم پہ فدا تھی پری تگاور پر
صبا کا زور نہ اس سے چلا نہ صرصر کا
یہ وصف کیوں نہ ہو رہوار تھا پیمبرؐ کا

(۴۵)

بیاں نزاکت رہوار بھی ہو سرعت بھی
شمیم بھی ہے یہ اڑنے میں گل کی رنگت بھی
جلال شیر کا بھی ہے غزال صورت بھی
پری ہے حسن میں، ہے چال میں قیامت بھی
ہوا سے لاگ بھی اس کو ہے اور ساز بھی ہے
ہیں آندھیاں بھی قدم میں خرام ناز بھی ہے

(۴۶)

پری سے حسن میں بہتر جمال رکھتا ہے
فدا ہو گیسوئے لیلیٰ وہ بال رکھتا ہے
زمانہ سے بھی زیادہ وہ چال رکھتا ہے
سبک روی میں بھی حد کا کمال رکھتا ہے
روانہ تیز ہو ایک ایک موئے سنبل پر
پڑے شکن بھی نہ کاوے میں چادرِ گل پر

(۴۷)

روانیوں میں یہ پیک نظر سے بہتر ہے
وقار و جاہ میں لعل وگہر سے بہتر ہے
پے نہال چمن ابر تر سے بہتر ہے
سبک روی میں نسیمِ سحر سے بہتر ہے
اثر خرام کا کیوں ہو نہ قلب بلبل پر
نشان سم کے کھلیں پھول دامنِ گل پر

(۴۸)

روانہ جانب دریا ہو گر یہ بادیہ گرد
چلے یہ موج پہ، سم ہو مگر نہ آب سے سرد
ادا و غمزہ و انداز و دلبری میں فرد
خرامِ ناز سے پریوں کے دل میں اٹھے درد
کلیجہ تھام لیں ہاتھوں سے بیقراری میں
سموں کے داغ پڑیں دل پہ یادگاری میں

(۴۹)

غضب میں شیر بھی ہے، جن میں پری بھی ہے
میانِ جنگ بہادر بھی ہے، جری بھی ہے
ہے تندو تیز بھی رفتار صرصری بھی ہے
ستمگری بھی ہے چلنے میں، دلبری بھی ہے
نشانِ لعل سموں پر نثار ہوتا ہے
کلیجہ گاوِ زمیں کا فگار ہوتا ہے

(۵۰)

روانیوں میں کسی کو نظر نہ آتا تھا
نگہ میں تنگ وہ میدان جنگ پاتا تھا
مزاج نازک راکب کا خوف کھاتا تھا
چنور کئے ہوئے دم کو وہ رن میں جاتا تھا
ابوتراب کی ایسا نہ ہو نگاہ پڑے
ذرا نہ دامنِ زیں پر غبارِ راہ پڑے

(۵۱)

وہ مکھڑا حسن میں پریاں بھی دیکھ کر ہوں نثار
وہ انکھڑیاں کہ ہرن بھی کرے نہ آنکھیں چار
وہ تنگ تھوتھنی دیکھے سے جس کو آئے پیار
وہ چال جس کے عقب میں رہے مدام غبار
نسیم صبح بھی گلگوں کے ساتھ چل نہ سکے
یہ کیا ہے بوئے گلِ نقش پا نکل نہ سکے

(۵۲)

ہیں اس فرس پہ عجب شان سے سوار علیؑ
زیادہ عرش سے ہیں صاحبِ وقار علیؑ
ہوں مدح گویوں میں سب سے ذلیل وخوار علیؑ
مگر مجھے بھی ملے تاجِ افتخار علیؑ
کرم ہو آپ کا باطن بھی اور ظاہر بھی
کرے عطا پہ مباہات و فخر فاخر بھی

(۵۳)

فرس بڑھا کے صفوں سے کھڑے ہوے حیدرؑ
پھرایا روئے منور کو جانبِ لشکر
کلام آئے یہ شہؑ کے لبِ مبارک پر
بگوشِ ہوش سماعت کرے ہر ایک بشر
کرے دریغ نہ کوئی لہو بہانے میں
کہ یادگار رہے گا یہ دن زمانے میں

(۵۴)

قسم بھی کھا کے یہ کہتے ہیں شاہ انس وجاں
ہے جس کے قبضۂ قدرت میں مرتضیٰؑ کی جاں
خلاف حکمِ نبیؐ کرتے گر نہ بد ایماں
جفا و جور وستم پر نہ ہوتے خود نازاں
زبان درازیاں کرتے نہ بے زبانوں پر
اٹھاتے دست قوی بھی نہ ناتوانوں پر

(۵۵)

کبھی نہ گوشہ نشینی کو چھوڑتا زنہار
وغا پہ ہوتا نہ میدان جنگ میں تیار
کبھی نہ کھینچتا کاٹھی سے تیغ صاعقہ وار
مگر میں ان کے خیالوں سے ہوگیا ناچار
رہِ ثواب پہ جس وقت تک نہ آئیں گے
کبھی نبرد سے ہم بھی نہ ہاتھ اٹھائیں گے

(۵۶)

یہ کہہ کے آپ مخاطب ہوئے سوئے انصارؓ
دلیر کون ہے اے صاحبانِ نیک اطوار
لہو سے لال کرے مثلِ غازہ جو رخسار
کرے رضائے الٰہی میں کوششِ بسیار
مثالِ بحر ہو جوشِ وغا جوانوں کو
رہِ خدا میں کریں بیچ اپنی جانوں کو

(۵۷)

سمجھ لو یہ بھی تم اے ناصران دینِ خدا
معاویہ نہیں عثمان کے لئے لڑتا
احد میں، بدر میں، جن جن کو میں نے قتل کیا
ملال و رنج والم ہے انہیں یگانوں کا
اسی سبب سے ہوا حوصلہ وغا کا اسے
ہے بغض دل میں عزیزان واقربا کا اسے

(۵۸)

یہ سن کے وجد میں آکر کئے یہ سب نے کلام
ہمیں اطاعت مولا سے روز وشب ہے کام
بلند جنگ میں مثلِ نشاں کریں گے نام
وفورِ جوشِ وغا خود ہے یا امامؑ انام
ہراس کچھ نہ ہو گر جان ہو کشاکش میں
شناوری کریں بے خوف بحرِ آتش میں

(۵۹)

جس امر سخت میں ہم سے ہوں مطمئن نہ حضور
بغیر فکر کریں آپ امتحان ضرور
نہ ہے یہ حرف تعلّی نہ یہ کلام غرور
فدائے نقشِ قدم ہم ہیں اے خدا کے نور
بندھی ہوئی ہے کمر رشتۂ اطاعت سے
جھکی ہیں گردنیں ہم سب کی بار بیعت سے

(۶۰)

یہ کر رہے تھے ابھی سب امام دیں سے بیاں
سپاہِ شیرِ الٰہی سے نکلا ایک جواں
کمیت اسپ پہ بیٹھا تھا وہ بعز وشاں
لئے تھا دست زبردست میں بلند سناں
یہ رعب غیظ و تہور نہ تھا تہمتن میں
تمام ڈوبا ہوا تھا وہ بحر آہن میں

(۶۱)

مثالِ شیر غضبناک تھا وہ نعرہ کناں
نہیب مانے ہوئے تھے تمام پیرو جواں
رواں تھا فوج میں رکھتا ہوا سروں پہ سناں
بہادرانِ سپاہِ عدو سے تھا یہ بیاں
جدائی ہوتی ہے اک آن میں تن و سر کی
کمر کو باندھو صفیں بھی جماؤ لشکر کی

(۶۲)

غضب میں حملہ کیا مثلِ شیر لشکر پر
بڑھے یہ جبر پئے جنگ رن میں اہلِ شر
علیؑ کے ساتھ چلے رن میں وہ بھی شیرِ نر
جنہوں نے عہد کیا تھا وغا پہ سر تا سر
اسد تھے رعب میں رخ سے عیاں تہور تھے
وہ دس ہزار قوی پیکر و بہادر تھے

(۶۳)

وقارِ لشکرِ دیں جب کہ یوں نظر آیا
خود اپنی فوج سے گھبرا کے یہ کسی نے کہا
خدا بچائے، ہے انجام کار جنگ برا
نشان خاک مذلت پہ سرنگوں ہوگا
یم شکست میں نامِ عرب ڈبونا ہے
چراغ قوم و قبیلہ خموش ہونا ہے

(۶۴)

کیا یہ شیر الٰہی نے فوج دیں سے بیاں
سپاہ شام پہ ہوتا ہوں اب میں حملہ کناں
تم اس طریق سے ہو میرے پیچھے پیچھے رواں
عیاں ہو سب پہ کہ ہیں حملہ ور تمام جواں
ہوا خیال وغا کا جو شیرِ یزداں کو
علیؑ کے ساتھ بڑھی فوج دیں بھی میداں کو

(۶۵)

حضور قلب سپہہ میں چلے بعز و شاں
رواں عدی بن حاتم پسِ امامِؑ زماں
تھے سوئے میمنہ مالک مثال شیرِ ژیاں
وغا کو تھے بن عباس میسرہ کو رواں
بلند صورت گردوں ہوا سے گرد ہوئی
سپاہ شام بھی آمادۂ نبرد ہوئی

(۶۶)

ہوئی جو دیر تو مطلب پہ جلد آتا ہوں
اب اہلِ بزم کو مائل وغا پہ پاتا ہوں
علیؑ کا نام میں لے کر قلم اٹھاتا ہوں
نیا مرقعِ جنگ و جدل دکھاتا ہوں
قلم چلے فرسِ تیز گام کی صورت
کھنچے شبیہ وغا بھی حسام کی صورت

(۶۷)

ہوئے عدی بن حاتم نبرد پر تیار
میانِ فوجِ عدو تھے اٹھا تے ہی رہوار
غضب میں کھینچ لی کاٹھی سے تیغ کج رفتار
گری وہ کھنچتے ہی ڈھالوں پر آ کے صاعقہ وار
یہ سوئے غرب کبھی گاہ سوئے شرق گری
نئی یہ بات ہے ابر سپہہ پہ برق گری

(۶۸)

یہ برق وہ ہے جو پر آب ہے مثالِ سحاب
یہ آگ آپ ہے خود اضطراب میں سیماب
یہ شمع وہ ہے جو روشن ہے صورتِ مہتاب
یہ بحر وہ ہے کہ موجِ رواں ہے جس کی ناب
یہ شاخ وہ ہے صفت جس میں رنگ و بو کی ہے
یہ آب وہ ہے جو پیاسی سدا لہو کی ہے

(۶۹)

ادا ستم کی غضب کی یہ چال رکھتی ہے
ضیا میں بدر کی صورت کمال رکھتی ہے
خمیدہ کیوں نہ ہو شانِ ہلال رکھتی ہے
پری کی طرح یہ حسن و جمال رکھتی ہے
رواں بغیرِ دہن یہ زبان ہوتی ہے
حسیں یہ وہ ہے فدا جس پہ جان ہوتی ہے

(۷۰)

روانیوں میں فرس بھی نہیں حسام سے کم
کہیں زیادہ ہے تلوار سے عقاب کا دم
ہے شان تیغ میں لیکن نہیں یہ جاہ وحشم
وہ منہہ کی فرد ہے اس کے ہیں لاجواب قدم
ہر ایک ساق کا سایہ نہال بنتا ہے
نشان نعل زمین پر ہلال بنتا ہے

(۷۱)

زمیں پہ مثل بلا یہ حسام آتی تھی
شکم نہ بھرتا تھا گرچہ صفوں کو کھاتی تھی
ثمر ظفر کا ریاضت سے اپنی پاتی تھی
قضا کے پاس یہ جانوں کو لے کے جاتی تھی
نظر ہر ایک عدو سے دوچار رکھتی تھی
سرِ اجل پہ یہ احساں کا بار رکھتی تھی

(۷۲)

کجی میں صاف تھی ابروے مہوشاں تلوار
کبھی نہاں تو عیاں تھی کبھی وہ صاعقہ وار
سپر میں ڈوب کے نکلی جو صارمِ خمدار
اٹھا سپاہِ ستمگر میں شور یہ اک بار
ہرایک نیزہ پہ انگلی اٹھا کے کہتا ہے
وہ دیکھو ابر سیہہ سے ہلال نکلا ہے

(۷۳)

خدنگ سے بھی سوا تیز تھی وہ تند نگاہ
سپر سے بڑھ کے سیاہی میں ہے وہ زلف سیاہ
جبیں کے نور سے تابندہ ہے فلک پر ماہ
نہیں سنانِ مژہ سے دلِ عدو کو پناہ
بھویں دلیر کی تیغوں کے خم سے بہتر ہیں
یہ روئے ابروے خمدار ہیں کہ جوہر ہیں

(۷۴)

وغائے شیر سے تھا تہلکہ میانِ سپاہ
جھکے تھے خاک مذلت پہ سب نشانِ سپاہ
مثالِ گرد پریشاں تھے افسرانِ سپاہ
ہر ایک وار پہ دو دو ہوئے جوانِ سپاہ
برش حسام میں اس دست ذی وقار سے تھی
صفائی ہاتھ میں شمشیرِ آبدار سے تھی

(۷۵)

اسی طرح بن عباس کر رہے تھے وغا
جہادِ مالک اشترؓ کی کیا بیاں ہو ثنا
ہر ایک حملہ پہ ہوتا تھا رن میں حشر بپا
عدو و دوست میں باہم کچھ امتیاز نہ تھا
حریف بھائی کو بھائی کوئی سمجھتا تھا
بہم پسر کو پدر اجنبی سمجھتا تھا

(۷۶)

بپا تھا غدر فراری تھے پیدل و سوار
بلند حد سے سوا تھا چہار سمت غبار
کچھ اپنی فوج کا پاتے نہ تھے نشاں زنہار
نظر نہ آتے تھے رائت نہ افسر و سردار
زمیں سے آج ترفع پر آسمان نہ تھا
نشاں کا بھی کہیں رن میں عیاں نشان نہ تھا

(۷۷)

میانِ جنگ تھے مخلوط دونوں جم غفیر
بدل نبرد میں مصروف تھے جوان وپیر
حواس باختہ کیوں کر نہ ہوں صغیر و کبیر
نگاہ لشکر دیں سے چھپیں جناب امیرؑ
ہوا یہ غل کہ علیؑ ولی شہید ہوئے
یہ سن کے سب کو ملال والم مزید ہوئے

(۷۸)

قریب تھا کہ فراری ہو لشکر اسلام
حسنؑ نے بہرِ تشفی کئے یہ سب سے کلام
خبر یہ جھوٹ ہے اے مردمانِ نیک انجام
یہ مجھ سے کہتے تھے اک روز خود امامِؑ انام
مقام قتل پہ پہنچونگا گو کہیں ہوں گا
شہید مسجدِ کوفہ میں بالیقیں ہوں گا

(۷۹)

حسنؑ کے کہنے سے لشکر کو ہوگئی تسکیں
تلی ہوئی تھی وغا پر اُدھر سپاہ کیں
ادھر بھی جوش پہ پھر آے مردمانِ دیں
دھمک سے سم ستوراں کی کانپی رن کی زمیں
کیا شکار شغالوں کا بڑھ کے شیروں نے
دوبارہ فوج پہ حملہ کیا دلیروں نے

(۸۰)

اُدھر وغا میں تھے مصروف مالکِ اشترؒ
اِدھر جلال میں لڑتے تھے حیدرِؑ صفدر
رواں تھیں زور سے نہریں لہو کی ریتی پر
گھرے تھے ڈھالوں کے بادل برس رہے تھے سر
سپر وہ کون تھی جل جل کے جو سیاہ نہ تھی
کسی کو صاعقۂ تیغ سے پناہ نہ تھی

(۸۱)

بپا ہے حشر بھی ہر وار پر قیامت بھی
سبک ہیں ہاتھ صفائی میں صاف ضربت بھی
مثال گل کے ہے زخموں کی شوخ رنگت بھی
بری ہیں گرد کثافت سے سب جراحت بھی
غبار دشت جدال و قتال کھویا ہے
لہو کے چھینٹوں نے زخموں کے منہ دھویا ہے

(۸۲)

غضب کی تیز تھی شمشیرِ مالکِ اشترؒ
کہ ایک اشارہ میں کٹتی تھی گینڈے کی بھی سپر
بریدہ کرتی تھی بے قصد آہنی مغفر
اتر کے خود سے آئی تو قطع کر گئی سر
کمر کو زین کو پشت فرس کو کاٹ دیا
نشیب پستیٔ تقدیر کو بھی پاٹ دیا

(۸۳)

مثال صاعقہ پھل تیغ کا چمکتا ہے
غضب کی آگ ہے قبضہ تلک دہکتا ہے
ہر ایک ڈھال کا روغن تلک چٹکتا ہے
اسی کی آنچ سے مغز استخواں میں پکتا ہے
سوا شمار میں جوہر ہیں موئے ابرو سے
زیادہ کاسۂ سر میں ہیں بال گیسو سے

(۸۴)

سپاہ شام سے ناگاہ اک جواں نکلا
ابو سے وصل ہو جندب تو نام ہو پیدا
فنونِ جنگ وجدل میں کمال تھا دعویٰ
بہادروں میں وحید آپ کو سمجھتا تھا
جہاں میں ایک تھا وہ مکر میں بہانے میں
کسی کو پاتا نہ تھا ہم وغا زمانے میں

(۸۵)

پہنچ کے دشت وغا میں یہ فوج دیں سے کہا
جسے کمال ہو جنگ و جدال کا دعویٰ
مری نبرد کو آئے وہ معرکہ آرا
کہ ایک وار میں سر جسم سے کروں میں جدا
جدائی ہوتی ہے کیوں کر جسد میں اور جاں میں
اجل بھی دیکھنے آئے یہ سیر میداں میں

(۸۶)

پرے سے بہر وغا ایک مرد دیں نکلا
چڑھائے غیظ میں کہنی تک آستیں نکلا
صدا یہ رعب نے دی شیرِ خشمگیں نکلا
مگر اجل کو لئے ساتھ بالیقیں نکلا
مزہ ہی اب نہیں میوے جہاں کے کھانے کا
ارادہ جلد ہے باغِ جناں کے جانے کا

(۸۷)

قریب آے تو غدار نے نہ دی مہلت
حسامِ تیز کی سر پر لگائی اک ضربت
اجل سے بھی نہ ملی ایک آن کی فرصت
جہاں سے گلشنِ جنت کو کر گئے رحلت
مثالِ نکہتِ گل مرغِ جاں روانہ ہوا
نہالِ باغِ بہشتی پہ آشیانہ ہوا

(۸۸)

کئے شہید یوں ہی اس نے تین چار جواں
غرور اور ہی بڑھتا گیا ہر اک عنواں
ہوا یہ مالکِ اشترؓ کے دل پہ حد سے گراں
بڑھے جلال میں رن کو مثالِ شیر ژیاں
اجل سے اپنے عدو کو دوچار کرتا ہے
اسد شغال کا دم میں شکار کرتا ہے

(۸۹)

پہنچ کے دشتِ وغا میں یہ شیر للکارا
عبث نبرد پہ نازاں ہے او ستم آرا
مرے قبیلہ کے چند افسروں کو ہے مارا
کروں گا پست ترے اوج بخت کا تارا
ذرا بھی رحم نہ جوروجفا پہ کھاؤں گا
مثال ذرہ تجھے خاک میں ملاؤں گا

(۹۰)

جری کو ظالم غدار نے نہ پہچانا
زباں کو سخت کلامی کے واسطے کھولا
تمہارے قتل کو واجب سمجھتا ہوں بخدا
کہ تم نے حضرت عثماں پہ ہے خروج کیا
مرے امیر سے انکار امرِ بیعت ہے
معاویہ سے وہی آج تک عداوت ہے

(۹۱)

یہ سن کے کہنے لگے اس سے مالک اشترؓ
سفیہ تجھ سا جہاں میں نہ ہوگا کوئی بشر
ذرا نہ خوف نبیؐ ہے نہ کچھ خدا کا ڈر
خود اپنے نفس پہ کرتا ہے ظلم او کافر
رضائے حاکمِ مغرور پر تو مرتا ہے
خلافِ حکم خدا و رسولؐ کرتا ہے

(۹۲)

یہ سن کے غیظ میں آیا وہ دشمنِ داور
حسام کھینچ کے ان پر ہوا وہ حملہ ور
ثنائے تیغِ ستمگار کیا رقم ہو مگر
وہ تیز آب نہ جس سے کٹے خیار تر
چمک میں خرمنِ شب تاب کی بھی دشمن ہے
بھری ہے رنگ میں یا کوئی چتلی ناگن ہے

(۹۳)

وہ ناگن ایسی کسی کو بھی جو نہ ڈستی تھی
بسانِ تیر نہ اک پاگ پر بھی کستی تھی
برنگِ ابر ہوای نہ وہ برستی تھی
سدا عدو کے لہو کے لئے ترستی تھی
مثالِ چوب شکستہ ہو آزمانے سے
کہ شاخِ خشک بھی جھکتی نہیں جھکانے سے

(۹۴)

تھکائے ہاتھ کو کاٹھی سے وہ نکلنے میں
چراغِ کشتہ ضیا میں بھی سست چلنے میں
خجل تھی مارسیہ سے وہ زہر اگلنے میں
خزاں سے بدتھی کہیں پھولنے میں پھلنے میں
کھلائے باغِ حسد میں نہ گل جراحت کے
سدا بہار سے طعنے ملے خجالت کے

(۹۵)

وغا میں رنگ نئی طرح سے بدلتی تھی
کہ رن کی خاک عوضِ خوں کے منہ پہ ملتی تھی
وہ نارِ سرد تھی جس سے کہ آپ جلتی تھی
عیاں نہ ہوتی تھی رفتار ایسی چلتی تھی
تعجب اس کی روانی پہ خود نیام کو تھا
یہ وہ تھی گھاٹ کہ جس میں نہ آب نام کو تھا

(۹۶)

عدوے جاں تھی نہ خو میں، نہ دوست خصلت میں
ادا نہ چال میں، نے دلبری تھی صورت میں
سیہ سپر کی طرح زنگ سی تھی رنگت میں
زیادہ کم تھی سروہی سے بھی وہ قامت میں
کجی میں قد کی درازی میں تیر و خنجر تھے
نقاط زنگ کے باہم نہ تھے وہ جوہر تھے

(۹۷)

مثالِ تیغ فرس میں بھی ہیں یہی جوہر
سوار کہتے ہیں کمری جسے وہ عیب کمر
قدم قدم پہ رہ صاف میں بھی لے ٹھوکر
گراں وہ چال کہ جس کی تکاں سے دھڑکے جگر
ہنر سمجھتا تھا رفتار کے معائب کو
ہوا اختلاج نہ کس طرح اس کے راکب کو

(۹۸)

میانہ اشتر وقاطر میں تھا وہ قامت میں
مزاج میں تھی برائی بدی تھی خصلت میں
چلے قلم بھی نہ جس کی ثنائے سرعت میں
نہ پہنچے حشر تلک عرصہ قیامت میں
یہ سست پائے تھے رفتار میں قدم اس نے
تمام عمر میں طے کی رہِ عدم اس نے

(۹۹)

بزرگ تر تھا دہن تنگ تر تھی پیشانی
وہ چال جیسے بلندی پہ ہو رواں پانی
جہاں میں وہ کہیں اپنا نہ رکھتا تھا ثانی
جھپٹ بھی اس کی صبا نے کبھی نہیں مانی
وہ ایک گام بھی بے تازیانہ چل نہ سکے
گری ہوئی بھی ہوا سے کبھی نکل نہ سکے

(۱۰۰)

کہاں سے داغ سیاہی سرنگ میں آیا
نہ ولولہ سے نہ دل کی امنگ میں آیا
وہ ملک روم سے گویا فرنگ میں آیا
کہ ہانپتا ہوا میدان جنگ میں آیا
چلے جو دوڑ کے اک ہوک اٹھے سینے میں
تمام جسم ہے ڈوبا ہوا پسینے میں

(۱۰۱)

لکھوں میں برشِ شمشیرِ مالکِ اشترؑ
وہ باڑھ دیکھ کے کانپے پہاڑ کا بھی جگر
تبر کو قطع کرے صورت خیار تر
یہ بحرِ آب کی موجیں بہم ہیں یا جوہر
غضب کی آبِ دم تیغ میں روانی ہے
کہ جس کی شرم سے دریا بھی پانی پانی ہے

(۱۰۲)

بہار پر گلِ جوہر یہ بوستاں میں نہیں
کبھی یہ جلوہ گری روئے کہکشاں میں نہیں
نجوم ایسے ضیا بار آسماں میں نہیں
کجی یہ حسن کی ابروئے مہوشاں میں نہیں
ادا بھی یہ کسی معشوق دلبری کی نہیں
کبھی یہ شوخیاں رفتار میں پری کی نہیں

(۱۰۳)

وغا کو فتح کرے صاحب مصاف ایسی
مثالِ آئینہ منہ دیکھ لو وہ صاف ایسی
جدا ہو میاں سے نکلتے ہی خوش غلاف ایسی
کرے نہ میل عدو سے وہ برخلاف ایسی
ہر اک کی قوت وطاقت کو آزماتی ہے
زمیں پہ پہلے پسینہ کے خوں بہاتی ہے

(۱۰۴)

وہ آب پارہ پہ جس سے خجل ہو دریا بھی
اجاڑ شہر بھی اس سے ہیں اور صحرا بھی
عزیز دوست بھی رکھتے ہیں اس کو اعدا بھی
یہی ہے دشمنِ جاں بھی یہی مسیحا بھی
اجل کی طرح جب آتی ہے سر پہ آتی ہے
یہ جان لیتی کبھی ہے کبھی بچاتی ہے

(۱۰۵)

فرس بھی تیز اسی طور ہے روانی میں
چلے جو بحر پہ سم بھی نہ تر ہو پانی میں
شبیہ کھینچے یہ قدرت نہیں ہے مانی میں
یہ سب کے آگے رہا دشت امتحانی میں
جھپٹ میں رہ گئے رہوارِ تیز دم پیچھے
رہا ہے دوڑ میں سایہ بھی دو قدم پیچھے

(۱۰۶)

ادا و ناز حسیں بھی پری کی صورت بھی
یہ اور لطف ہے شوخئ بھی اور لطافت بھی
محل پہ نرم مزاجی بھی شیر خصلت بھی
عجب یہ ہے کہ نزاکت بھی اور سرعت بھی
نہیں یہ چال چکوروں میں اور موروں میں
رواں ہو جادۂ تارنظر پہ زوروں میں

(۱۰۷)

کبھی نہ دیکھے سنے ایسے وصف توسن میں
کھلائے نقش قدم کے یہ پھول ہر بن میں
مہک رہے ہوں گل تر زمیں کے دامن میں
مثال ابرِ بہاری رواں ہو گلشن میں
سمٹ کے یہ رگِ گلہائے تر پہ بھی دوڑے
یہ کیا ہے موجِ نسیم سحر پہ بھی دوڑے

(۱۰۸)

جھپٹ کے تیغ لگائی شریر نے سر پر
سپر پہ روک لیا وار شیر نے بڑھ کر
لگائی غیظ میں جرار نے جو تیغِ دوسر
بریدہ ہوکے زمیں پر گرا سرِ کافر
عجب کمال کیا راہِ دیں کے سالک نے
روانہ کردیا مالک کے پاس مالک نے

(۱۰۹)

کھڑے رہے اسی میداں میں مالکِ اشترؑ
سپاہِ شام سے ہے طالبِ ستیز مگر
وغا کو رن میں جو آتا تھا کوئی بد گوہر
یہ ایک وار میں کرتے تھے قطع جسم سے سر
گرایا خاکِ مذلت پہ پہلوانوں کو
بفور قتل کیا یازدہ جوانوں کو

(۱۱۰)

وہ کینہ خواہ نہ جب رزم گاہ میں آئے
پلٹ کے رن سے یہ اپنی سپاہ میں آئے
بڑے جلال بڑے رعب و جاہ میں آئے
اسد کو روکنے بزدل نہ راہ میں آئے
یہ پلٹے غیظ میں یوں جیسے آفتاب پھرے
پھرے جو رن سے تو منصور وفتحیاب پھرے

(۱۱۱)

اب اے زبانِ قلم کر بیاں ثنائے علیؑ
سوا ہو اور مجھے جوششِ ولائے علیؑ
ہزار جان سے ماں باپ ہوں فدائے علیؑ
ہو بالخصوص یہاں سے رقم وغائے علیؑ
نظر سے نقشہ بہزاد سب کے گر جائے
شبیہ جنگ نگاہوں میں آج پھر جائے

(۱۱۲)

اٹھائے تیغ سوئے فوج کیں حضور بڑھے
ضیائے رخ سے نہ کیوں مہر ومہ کا نور بڑھے
مقابلہ کو ادھر بانیِ غرور بڑھے
پئے نظارۂ جنگ وجدل طیور بڑھے
بدل ملک بھی تھے مشتاق اور رضواں بھی
جناں کے غرفوں میں آ بیٹھے حور وغلماں بھی

(۱۱۳)

ثنائے آب دم ذوالفقار کیا ہو بیاں
جھکائے شرم سے سر کو ہے خنجرِ براں
خجل ہیں اس کی روانی سے قلزم وعمّاں
اس آب کا ہے بپا دشت جنگ میں طوفاں
اجل بھی شعبدہ بازی سے اس کی ہاری ہے
اسی کے گھاٹ میں دریا لہو کا جاری ہے

(۱۱۴)

نہ ذوالفقار سی ہوگی جہاں میں کوئی حسام
بنائے سیب جناں سے جسے خدائے انام
زبانیں دو جسے دیں حق نے باوقار تمام
کہ آدمی کی طرح سے کرے علیؑ سے کلام
کیا ہے خدمتِ ضرغام دیں میں پیش اسے
خدا نے خلق کیا بہرِ دستِ خویش اسے

(۱۱۵)

لہو عدو کا ہر اک جنگ میں پیا اس نے
قصاصِ خونِ شہیدانِ دیں لیا اس نے
چٹیلا ضرب سے جبریل کو کیا اس نے
بنائے کفر کو برباد کردیا اس نے
اجاڑ خانۂ کفار کی زمیں کو کیا
اسی کی آب نے سرسبز باغِ دیں کو کیا

(۱۱۶)

محب سے جھکتی ہے، کھنچتی ہے دشمنِ جاں سے
دبی نہ بیر علم میں بھی یہ بنی جاں سے
محال اس کی ثنا وصفت ہے انساں سے
کمال اس کے کوئی پوچھے شیرِ یزداں سے
اتر کے چرخ سے خود پیشِ مرتضیٰؑ آئی
اسی کی شان میں لا سیف کی صدا آئی

(۱۱۷)

چھری تھی چال میں پھرتی میں یہ کٹاری تھی
مقابلہ میں ہر اک تیغ اس سے عاری تھی
اجل بھی اس کے کرشموں سے شرط ہاری تھی
ادا تھی قہر کی رفتار پیاری پیاری تھی
سرِ عدو جو اشارہ میں کاٹ دیتے تھے
حضور پیار سے قبضہ کو چوم لیتے تھے

(۱۱۸)

بیاں بشر سے ہوں کیا حملہ ہائے شیر خدا
رقم ضرور ہے یاں ایک قولِ شاہؑ ہدا
لئے تھے ہاتھ میں دست اللہ اک نیزہ
بہ لطف مالک اشترؑ سے آپ نے یہ کہا
حسنؑ یہ نیزہ وراثت میں میری پائے گا
مگر یہ کام میں اپنے کبھی نہ لائے گا

(۱۱۹)

حسینؑ پائے گا بعد حسنؑ یہ جب نیزہ
وہ کربلا میں اسی رمح سے کرے گا وغا
لڑے گا یوں کہ قیامت سپہ میں ہوگی بپا
یہاں تلک کہ یہی نیزہ ٹوٹ جائے گا
مقولہ ختم میں کرتا ہوں شیر داور کا
لکھا ہوا ہے بس اتنا ہی قول حیدؑر کا

(۱۲۰)

علیؑ نے مالکِ اشترؒ سے جو کیا تھا بیاں
غضب ہوا وہی سرِّ نہاں ہوا ہے عیاں
کھڑے ہیں نیزہ پہ تکیہ کئے امامؑ زماں
گھرے ہیں لاکھوں میں تنہا حسینؑ تشنہ دہاں
رواں ہیں اشک فراقِ عزیز و یاور میں
پئے مدد کوئی باقی نہیں بہتر میں

(۱۲۱)

ہوئے ہیں حملۂ اول میں مضمحل ایسے
یہ دکھ نہ دیکھے، نہ آلام جانگسل ایسے
ترس نہ کھائیں کبھی دشمنوں کے دل ایسے
خطا پہ ہوتے ہیں انسان منفعل ایسے
سپاہ شام سے جلاد سنگدل بھی نہیں
ستا کے بیکس ومظلوم کو خجل بھی نہیں

(۱۲۲)

اسی سے نیزہ کو تکیہ کئے کھڑے تھے امامؑ
کہ تھوڑی دیر ملے خستگی میں کچھ آرام
وہ خوف جاں سے بڑھاتے نہیں ہیں ایک بھی گام
وغا طلب ہیں مگر دور سے وہ بدانجام
لہو بہانے کا کیا اشتیاق ان کو ہے
شہید کرنے میں تاخیر شاق ان کو ہے

(۱۲۳)

پئے سکوں نہ ذرا دم بھی شہؑ کو لینے دیا
ہوئی بلند مبارز کی فوج میں جو صدا
دوبارہ جنگ پہ آمادہ ہوگئے مولا
مثالِ شیر الٰہی صفوں پہ حملہ کیا
قریب وعدہ وفائی کی ساعت آئی ہے
یقین تھا کہ یہ بس آخری لڑائی ہے

(۱۲۴)

کمال شوقِ شہادت تھا آپ سرورؑ کو
عطش میں چاہتا تھا قلب آب خنجر کو
اٹھا لیا کبھی نیزہ پہ اک دلاور کو
اڑا دیا کبھی فرق عدو سے مغفر کو
وغائے رمح میں خود تھک گئے ہیں آقا بھی
شکست ہوگیا انجام کار نیزہ بھی

(۱۲۵)

زمیں پہ پھینک کے نیزہ اٹھائی تیغ دودم
کسی کے ہاتھ کئے قطع اور کسی کے قدم
خیار تر کی طرح سر کئے تنوں سے قلم
غضب میں جب یہ بڑھے ہٹ گئیں سپاہ ستم
تھے مثل حیدرؑ کرار حملے سرورؑ کے
محال تھا کہ تھمیں رن میں پاؤں لشکر کے

(۱۲۶)

وہ رن میں کون تھا جو باختہ حواس نہ تھا
مکان جسم کا سالم کوئی اساس نہ تھا
برائے نصرت مظلوم کوئی پاس نہ تھا
مگر حضورؑ کو تنہائی کا ہراس نہ تھا
رضائے حق پہ رہے شاد رات دن شبیرؑ
جہاد کرتے تھے با قلب مطمئن شبیرؑ

(۱۲۷)

بپا صفوں میں تھا طوفانِ نوح جنگل میں
گمان ہوتا تھا بادل کا فوج کے دل میں
رہا نہ ولولۂ جنگ بھی کسی پل میں
اِدھر اُدھر کوئی دم توڑتا تھا مقتل میں
مثالِ طائر مذبوح حال تھا دل کا
نظارہ کرتی تھی خود موت رقصِ بسمل کا

(۱۲۸)

ہر ایک سر پہ بلائے اجل رسیدہ تھی
کمان بارِ غم خوف سے خمیدہ تھی
مثالِ نخلِ کہن شاخ ید بریدہ تھی
زمین ہیبت شبیرؑ سے تپیدہ تھی
وغائے شاہؑ کی دہشت ہر اک پہ طاری تھی
جو بے حسوں میں تھے ان کو بھی بیقراری تھی

(۱۲۹)

لہو سے سرخ زمیں کارزار میں دیکھی
عجیب بات تن زخمدار میں دیکھی
کہ اس چمن میں خزاں بھی بہار میں دیکھی
کرامت آج نئی ذوالفقار میں دیکھی
ادا پہ اس کی لب زخم مسکراتے ہیں
غضب کے فقرے ہیں بسمل ہی لوٹے جاتے ہیں

(۱۳۰)

سوا تھا حملۂ اول سے دومی دہ چند
پھرے تھے تیغ کے مہنہ کانپتے تھے نیزہ کے بند
بشکلِ چشم تحیر تھے حلقہ ہائے کمند
صفوں میں غل ہوا ناگاہ الاماں کا بلند
پئے نبیؑ نہ بہت کیجئے تباہ ہمیں
خدا کے واسطے اب دیجئے پناہ ہمیں

(۱۳۱)

سنی حضور نے جس وقت الاماں کی صدا
کمال خون کے پیاسوں پہ رحم فرمایا
دکھائے جوہرِ شمشیرِ صبر بھی کیا کیا
لہوکو پونچھ کے کاٹھی میں تیغ کو رکھا
کہا یہ آپ نے ظلم و ستم مزید کرو
لو آؤ بیکس ومظلوم کو شہید کرو

(۱۳۲)

خود اپنے قتل پہ آمادہ ہوگئے سرورؑ
چہار سمت سے حربے لئے بڑھے اکفر
سنان و گرز و تبر تیغ و ناوک و خنجر
یہ سب حسینؑ کے پڑتے تھے جسم نازک پر
زباں پہ حرفِ شکایت کبھی نہ لائے تھے
برائے بخششِ امت یہ ظلم اٹھائے تھے

(۱۳۳)

غضب ہوا سرِ اقدس پہ پڑ گئی تلوار
جبین پاک پہ پتھر بھی پڑ گیا اک بار
قمیص اٹھا کے کیا خوں جو پاک بادلِ زار
تو صاف کھل گیا صدرِ حسینؑ سینہ فگار
سوا ہو قہرِ خدا حرملہ کے کینہ پر
لگایا تاک کے تیرِ سہ شعبہ سینہ پر

(۱۳۴)

لکھا ہے خون کا پرنالہ ہوگیا جاری
رہا نہ ضبط کا یارا کہ زخم تھا کاری
گرا زمین پہ زیں سے وہ خاصۂ باری
لہو بہا جو زیادہ تو غش ہوا طاری
وہ سنگدل نہ ذرا رحم اب بھی کھاتے تھے
سنان وتیغ وتبر غش میں بھی لگاتے تھے

(۱۳۵)

تصور اہل حرمؑ کا جو شہؑ کو ہوتا تھا
زمیں پہ گر کے بھی استادہ ہوتے تھے مولاؑ
یہ امر آپ کا اعدا کو ناگوار ہوا
خیال کرتے تھے دل میں یہ دشمنان خدا
زمیں پہ گر کے نہ سلطان مشرقینؑ اٹھیں
دوبارہ جوش میں آ کر نہ پھر حسینؑ اٹھیں

(۱۳۶)

نبیؐ کا خوف نہ کچھ ہے نہ حق سے ڈرتے ہیں
جو دل میں آتا ہے ان کے وہ کر گذرتے ہیں
چھری یہ پھیرتے ہیں ان پہ خود جو مرتے ہیں
ہزار حیف ستم پر ستم بھی کرتے ہیں
نہ باز آئے دم واپسیں بھی کینہ سے
لگا لگا کے سنانیں نہ کھینچیں سینہ سے

(۱۳۷)

مقام غور سے سوچیں دلوں میں اہلِ عزا
کوئی گھڑی کے ہیں مہماںؑ آپ شاہؑ ہدا
پھر ایسے وقت میں ظلم اور کچھ ہے کب زیبا
غضب ہے ہوتی ہے مظلوم پر اب اور جفا
کوئی تڑپ کے گرے برق فرق دشمن پر
چھری پھرائے گا بے آب سوکھی گردن پر

(۱۳۸)

جناں سے آیئے مقتل میں یا رسولؐ اللہ!
ولی حق کو بھی یاں لیتے آیئے ہمراہ
حسنؑ سے فاطمہؑ سے کہئے یہ با شک آہ
شہید ظلم سے ہونے کو ہے تمہارا ماہ
ارادہ ذبح کا ہے آستیں چڑھاتا ہے
چھری لئے ہوئے شمرِ شریر آتا ہے

(۱۳۹)

خیال ظلم سے ہوش وحواس جاتے ہیں
شقی خطاؤں کی کس دن سزائیں پاتے ہیں
زباں پہ نامِ علیؑ آفتوں میں لاتے ہیں
یہی ہر ایک کی مشکل میں کام آتے ہیں
گلوئے خشک پہ نوبت نہ آئے خنجر کی
مدد یہ کرتے نہیں آ کے اپنے دلبر کی

(۱۴۰)

اسی خیال میں خود رو کے مجھ سے دل نے کہا
خبر نہیں تجھے کرب وبلا کی حیف ذرا
نبیؐ و فاطمہؑ اور مجتبیٰؑ و شیرؑ خدا
ہیں ساتویں سے یہ سب مائلِ فغان و بکا
دکھایا سب کے دلوں کو جفائے اعدا نے
کیا ہے چاک گریباں جناب زہراؑ نے

(۱۴۱)

کلیجہ ہاتھوں سے تھامے تڑپتی ہیں زہراؑ
وفورِ گریہ سے بےہوش ہیں حبیبِؐ خدا
دلوں پہ کرتی ہے تاثیر مجتبیٰؑ کی بکا
علیؑ نے غیظ میں قبضہ پہ ہاتھ ڈالا تھا
خیالِ نصرتِ فرزند زار باپ کو تھا
نبیؐ کے حکم کا بس انتظار آپ کو تھا

(۱۴۲)

قریبِ بیکس و مظلوم آ گیا دشمن
کمر کو باندھ کے گردانے شمر نے دامن
لہو کے جام تھیں آنکھیں غضب بھری چتون
نگاہِ یاس سے تکتے تھے شاہِ تشنہؑ دہن
خیال قتل میں سختی کا تھا جو اکفر کو
نکالا میان سے ظالم نے کند خنجر کو

(۱۴۳)

ہوا سوار وہ دشمن جو شہؑ کے سینہ پر
مثالِ زلزلہ تھرائے کوہ و دشت و در
ٹھہر ٹھہر کے گلے پر پھراتا تھا خنجر
قیامت آئی ہوا قطع بارہ ضربوں میں سر
بڑے ستم سے شہؑ مشرقین قتل ہوئے
ہزار حیف کہ پیاسے حسینؑ قتل ہوئے

(۱۴۴)

بلند نعرۂ تکبیر اس شقی نے کیا
تمام فوج نے بھی مل کے دی اسی کی صدا
شہید کرکے بھی ظالم نے کی یہ اور جفا
سرِ حسینؑ اٹھا کر زمیں پہ پھینک دیا
یہ سن کے اہلِ عزا بھی دل و جگر پیٹیں
بکا کے جوش میں دستِ الم سے سر پیٹیں

(۱۴۵)

جبال و بحر و زمیں آسمان و شمس و قمر
نجوم و ابر و شفق باد تند و رعد و مطر
وحوش و طیر و نباتات و سنگ ولعل و گہر
جناب روح امین قدسیان و جن وبشر
علیؑ بھی ختم رسلؐ بھی حسنؑ بھی زہراؑ بھی
عزیز و دشمن جاں بھی حبیب و اعدا بھی

(۱۴۶)

جہاں میں اہلِ جناں نے بپا کیا ماتم
ہوئی بلند صدائے فغان و رنج و الم
حزین کمال تھے غلمان و حور بھی باہم
خلاصہ دونوں جہاں میں تھا یہ ہر ایک کو غم
زمانہ فاطمہؑ کے نور عین کو رویا
وہ کون تھا جو نہ بیکس حسینؑ کو رویا

(۱۴۷)

خوشی کے باجے بجائے سپاہ کیں نے اُدھر
ہوئی شہادتِ شبیرؑ کی حرم کو خبر
حواس اڑ گئے سب بی بیاں ہوئیں مضطر
کسی نے سینہ کو پیٹا کسی نے پیٹا سر
وفور گریہ سے ہچکی کسی کو آنے لگی
پچھاڑیں خاک پہ ناشاد کوئی کھانے لگی

(۱۴۸)

حرم کو روز مصیبت نہ تھا وہ حشر سے کم
سروں کو پیٹتے بیت الحزن سے نکلے بہم
یہ نوحہ کرتی تھیں بنتِ علیؑ بدردوالم
اسیر ہونے کو زندہ رہی میں وائے ستم
نکلنے دیں گے ستمگر نہ غم میں آنسو تک
بندھیں گے دخترِ مشکل کشاؑ کے بازو تک

(۱۴۹)

زیادہ سب سے ہے بیتاب آپ کی دختر
تڑپ کے گھر سے نکل آئی پیٹتی باہر
مجھے بھی ساتھ لئے آتی ہے وہ خستہ جگر
لبوں پہ آہ ہے، رکھے ہے ہاتھ سینہ پر
مصیبت آپ کی بیکس کا دل دکھاتی ہے
تمہاری لاش پہ روتی سکینہؑ آتی ہے

(۱۵۰)

ابھی یہ ذکر تھا پہنچیں جو دونوں لاشے پر
پھوپھی کے ساتھ سکینہؑ بھی پیٹنے لگی سر
یہ رو کے باپ سے کہنے لگی وہ نوحہ گر
قریب ہے کہ ہو صد چاک تیغ غم سے جگر
ہلاک ہی کئے دیتا ہے اختلاج مجھے
گلے سے آپ لگاتے نہیں ہیں آج مجھے

(۱۵۱)

صدا گلوئے بریدہ سے آئی یہ اک بار
گلے سے تم کو لگاؤں میں کیوں کراے دلدار
گڑے ہیں سینہ زخمی میں ناوک خونخوار
کٹے ہیں ہاتھ بھی مجبور رہے یہ دل افگار
دلِ پدر بھی ہو مسرور یوں چمٹ جاؤ
بچا کے تیروں کو سینہ سے خود لپٹ جاؤ

(۱۵۲)

بس اب خموش ہو آخر ہوئی بہارِ سخن
زیادہ طول سے بہتر ہے اختصارِ سخن
یہی مراد ہے اے میرے کردگارِ سخن
ثمر دے دونوں جگہ نخلِ میوہ دارِ سخن
وہی وقار عطا ہو جہاں میں فاخرؔ کو
عوض میں بیت کے دے گھر جناں میں فاخرؔ کو

[تاریخ تصنیف ۲۹ جمادی الاول ۱۳۲۱ھ (دوشنبہ)]

قطعات

محترمہ بانوؔ سید پوری صاحبہ

زمانہ دیکھے یہ عنوان آمدِ اصغرؑ
وہ بہرِ نصرتِ حق آنِ آمدِ اصغرؑ
مباہلہ میں جو تھی شانِ آمدِ شبیرؑ
ہے کربلا میں وہی شانِ آمدِ اصغرؑ

❁❁❁

روحِ عالم تھر تھرا کر رہ گئی
زندگی اک چوٹ کھا کر رہ گئی
تیر اصغرؑ کے گلے پر الاماں!
آدمیت تلملا کر رہ گئی

❁❁❁

قطعہ

آنجہانی برجناتھ پرساد صاحب مخمورؔ لکھنوی

مٹ نہیں سکتا کبھی مخمورؔ غم عباسؑ کا
نقشِ سجدہ بن چکا ہے ہر قدم عباسؑ کا
گر جہاں والوں میں دیکھیں گے عقیدت کی کمی
ہو کے ہندو، ہم اٹھائیں گے علم عباسؑ کا